بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اداریہ

اشتیاق احمد ظلی

ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱ نومبر ۱۹۳۰ء کو اس سرائے فانی سے رختِ سفر باندھا تو ان کی زندگی کا مشن اپنی پوری قوت اور جملہ امکانات و مضمرات کے ساتھ روبعمل نہیں آسکا تھا اور اصلاحِ امت کے لئے جو منصوبہ انھوں نے ترتیب دیا تھا وہ ہنوز پوری وضاحت، صراحت اور تفصیل سے صفحہ قرطاس پر منتقل نہیں ہو سکا تھا۔ اگرچہ اس کے بنیادی خدوخال اور خطوط کار بہت حد تک واضح ہو چکے تھے لیکن ابھی اس میں بہت کچھ رنگ آمیزی کی ضرورت باقی تھی۔ ان کے سامنے ایک ہمہ گیر، جامع اور وسیع الاطراف منصوبہ تھا۔ جس کی تعبیر و تکمیل میں وہ ساری عمر مصروف و منہمک رہے۔ جیسا کہ معلوم ہے اس منصوبے کے مشتملات میں سب سے اہم جزء قرآن حکیم کی تفسیر تھا۔ ایسی تفسیر جو نظم قرآن کے رہنما اصول کی روشنی میں لکھی جائے جس کے بغیر ان کے نزدیک کتاب عزیز کے صحیح فہم کا تصور محال ہے اور اس کے معارف و حکم تک رسائی دشوار۔ اس کے علاوہ قرآن مجید کی اساس پر علوم کی تطہیر اور تشکیل جدید، جس کے بغیر اصلاحِ امت کی کسی کوشش کے بارآور ہونے کی توقع نہیں کی جا سکتی، نیز اصلاحِ نصاب کی تحریک جس میں مدارس عربیہ کے نصاب میں ضروری اصلاح و ترمیم کے ساتھ ساتھ بنیادی درسی کتابوں کی تیاری اور فراہمی کا کام شامل تھا۔ اس مختصر تفصیل سے اس منصوبہ کی غیر معمولی اہمیت اور ضرورت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کام کی وسعت اور ہمہ گیری کو دیکھتے ہوئے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ مولانا کی زندگی میں یہ کام پایۂ تکمیل کو نہیں پہونچ سکا بلکہ حیرت کی بات یہ ہے کہ جو کچھ انھوں نے حاصل کر لیا اتنی مختصر فرصت حیات میں فرد واحد کے لئے یہ سب کچھ کیوں کر

ممکن ہو سکا۔

اس وقت تک مولانا کی کچھ کتابیں شائع ہو چکی تھیں جن میں تفسیری اجزاء کے علاوہ امعان فی اقسام القرآن، الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، اسباق النحو، رسالہ بدر، الاسلام اور طبقات ابن سعد کے منتخب اجزاء کے تراجم شامل تھے۔ جو کتابیں شائع نہ ہو سکی تھیں ان میں کچھ تو مکمل تھیں لیکن بیشتر نامکمل تھیں۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ جو کتابیں مکمل تھیں ان کی اشاعت کا بندوبست کیا جائے اور نامکمل کام کی تکمیل کی صورت پیدا کی جائے۔ مزید براں مولانا کی تصنیفی زبان عربی تھی چنانچہ ایک بڑی ضرورت یہ بھی تھی کہ ان کتابوں کو اردو میں منتقل کیا جائے اور اردو داں طبقے کے لئے ان سے استفادہ کی راہ ہموار کی جائے۔ لیکن مدرسۃ الاصلاح جو ان کا فکری وارث اور امین تھا اور جہاں سے ان کے ارشد تلامذہ وابستہ تھے وہاں کی زندگی 'الفقر فخری' کی زندہ تفسیر تھی اور زاویہ نشینان گوشہ فقر و قناعت کے پاس اتنی وسعت بھی نہ تھی کہ اس اہم دینی اور علمی فریضہ کی بجا آوری کے لئے ضروری ساز و سامان اور بنیادی وسائل کی فراہمی کی کوئی صورت ہو سکتی۔ چنانچہ اس کام کی ضرورت اور اہمیت کے شدید احساس کے باوجود اس منصوبہ کو روبعمل لانے کی کوئی قابل عمل صورت ممکن نہ ہو سکی اور پورے چھ سال تک یہ کام حیز تعویق میں پڑا رہا۔

۱۹۳۶ء میں حالات کچھ سازگار ہوئے اور کسی قدر وسائل کی فراہمی کی صورت پیدا ہو گئی تو اس گرانمایہ علمی میراث کو شائقین کے ہاتھوں میں پہونچانے اور ان کے منقح اور مرتب کردہ خطوط کار کی روشنی میں کام کو آگے بڑھانے کے مقصد سے ایک ادارہ کی تاسیس کی گئی اور ان کے نام نامی کی مناسبت سے اس کا نام دائرۂ حمیدیہ رکھا گیا۔ اس کے صدر مولانا کے معالج خاص ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب اور نائب صدر جناب عبدالغنی انصاری صاحب مقرر ہوئے۔ پریس کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری حافظ عبدالاحد صاحب اصلاحی اور جناب عزیز الرحمٰن صاحب اصلاحی کے حصہ میں آئی۔ مولانا کے مسودات کی ترتیب و تصحیح کا کام مولانا اختر احسن صاحب اصلاحیؒ کے سپرد ہوا۔ دائرہ کے کاموں کی عام نگرانی، رسالہ کی ادارت اور کتابوں کے اردو تراجم کی خدمت مولانا امین احسن اصلاحی حفظہ اللہ کی ذمہ داری قرار پائی۔ دائرہ کے مقاصد کی تفصیل مولانا اصلاحی کے الفاظ میں یہ تھی:

۱۔ استاذ امام مولانا حمید الدین فراہیؒ کی عربی تصنیفات اور ان کے اردو ترجموں کی اشاعت۔

۲۔ ایک ایسی جماعت کا قیام جو مولانا کے نہج پر قرآن حکیم پر تدبر کرے اور اپنے نتائجِ تحقیق تصنیفات اور مضامین کی صورت میں شائع کرے۔

۳۔ ایک ماہوار رسالہ کا اجرا، جو قرآن مجید سے متعلق بلند پایہ مضامین شائع کرے اور مسلمانوں کی مفید علمی اور مذہبی خدمات انجام دے۔

۴۔ ایک ہفتہ وار اخبار کی اشاعت جو کم سے کم قیمت اور سادہ سے سادہ لفظوں میں قوم کی مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اصلاح کر سکے۔

ہفتہ وار اخبار کی اشاعت تو ممکن نہ ہو سکی البتہ 'الاصلاح' کے نام سے ایک ماہنامے کا اجراء عمل میں آیا جس نے دائرہ حمیدیہ کے مقاصد کی تکمیل میں کلیدی کردار ادا کیا۔ یہ رسالہ جنوری ۱۹۳۶ء سے دسمبر ۱۹۳۹ء تک شائع ہوتا رہا۔ چار سال کی قلیل مدت میں اس رسالہ نے علمی دنیا میں جو مقام و اعتبار حاصل کر لیا وہ قابلِ رشک ہے۔ وسائل کی شدید قلت اور کمیابی کے باوجود اس رسالہ نے کتابت اور طباعت کا جو بلند معیار قائم کیا اس کی مثال اس دور میں ملنی مشکل ہے۔ یہ قرآنیات کا اختصاصی رسالہ تھا گو اردو میں اختصاص کی روایت ابھی قائم نہ ہوئی تھی۔ مضامین کی غالب اکثریت قرآنیات سے تعلق رکھتی تھی لیکن دوسرے موضوعات پر بھی بلند پایہ اور معیاری مضامین شائع ہوتے تھے۔ (اس میں شائع ہونے والے قرآنی مضامین کا ایک وسیع مجموعہ ادارہ علوم القرآن نے 'قرآنی مقالات' کے نام سے شائع کیا ہے اور دارالتذکیر' لاہور سے اس کا پاکستانی ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے۔) اپنے نہایت بلند علمی اور ادبی معیار کی وجہ سے یہ رسالہ علمی حلقوں میں بڑی عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ مولانا کے تفسیری اجزاء اور کئی دوسری کتابوں کے تراجم اولاً بااقساط اسی میں شائع ہوئے۔ افسوس کہ حالات کے جبر نے اس سلسلہ کو زیادہ دیر قائم نہ رہنے دیا اور اسے بند کرنا پڑا۔ خوش درخشید ولے شعلہ مستعجل بود۔

الاصلاح کی اشاعت کے علاوہ دائرہ حمیدیہ نے اس دوران میں مولانا کی کئی کتابیں شائع کیں جن میں تفسیری اجزاء اور کئی دوسری کتابوں کے اردو تراجم شامل ہیں۔ 'الاصلاح' میں شائع شدہ اعلانات سے یہ مترشح ہے کہ کئی اور کتابیں بھی اشاعت کے لئے تیار تھیں لیکن غالباً ناسازگاری حالات کے باعث وہ طبع نہ ہو سکیں۔

لیکن یہ محفل علم و دانش تادیر برپا نہ رہ سکی اور رہ نوردانِ شوق کا یہ کارواں اپنا سفر جاری نہ رکھ سکا۔ مولانا امین احسن اصلاحی کے پاکستان چلے جانے سے یہ محفل کچھ اس طرح اجڑی کہ دوبارہ اس انداز میں آراستہ نہ ہو سکی۔ مولانا اس مجلس علم و فضل کے روح و رواں تھے اور ان کے منظر سے ہٹ جانے کے بعد وہ گرمی بازار باقی نہ رہی۔ گو اس مجلس کی صدر نشینی کے لئے شیدائے قرآن مولانا اختر احسن صاحب اصلاحیؒ کی ذاتِ والاصفات موجود تھی اور واقعہ یہ ہے کہ قرآنی بصیرت، رصانت فکر، اصابت رائے، بالغ نظری، ژرف نگاہی اور تقویٰ وللہیت میں ان کا کوئی جواب نہ تھا۔ لیکن وہ ذوق آشنائے خلوت تھے جلوت کے آدمی نہ تھے۔ وہ خاموشی، عزلت گزینی اور گمنامی کے دلدادہ تھے۔ ان کے شب و روز کتاب اللہ پر تدبر و تفکر میں گذرتے تھے۔ انھوں نے اپنے عظیم المرتبت استاد کے حرف حرف سطر سطر پر پڑاؤ کیا تھا۔ وہ ان کے فکر کے مزاج داں اور نکتہ شناس تھے۔ لیکن تحریر و تقریر ان کا میدان نہ تھا۔ وہ ابلتا ہوا چشمہ نہ تھے بلکہ سربمہر خزینہ تھے۔ چنانچہ ان سے گوہر مراد حاصل کرنے کے لئے بڑے صبر، حوصلہ اور مستقل مزاجی کی ضرورت تھی وہ مدت العمر مولانا کی کتابوں کی تسوید تبییض، تہذیب اور اشاعت میں پوری تندہی اور سرگرمی سے مصروف رہے۔ لیکن وہ خلاء پر نہ ہو سکا جو مولانا امین اصلاحی کے پاکستان منتقل ہو جانے سے پیدا ہو گیا تھا۔

۱۹۵۸ء میں مولانا اختر اصلاحی صاحب اصلاحیؒ کے انتقال کے بعد دائرہ حمیدیہ کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری ان کے شاگرد مولانا بدرالدین صاحب اصلاحی نے سنبھالی۔ انھوں نے اپنے دم واپسیں تک اس عظیم علمی اور فکری سرمائے کو سینے سے لگائے رکھا اور مدت العمر اس کی خدمت میں مشغول و منہمک رہے۔ انھیں اس گنجینہ علم و دانش اور خزینہ حکمت و معارف سے بڑا شدید تعلق خاطر اور دلی لگاؤ تھا۔ ان کی کوششوں سے کئی مخطوطات کی اشاعت ممکن ہو سکی اور وہ شائقین کے ہاتھوں تک پہونچ سکے۔ ان میں مولانا کے فارسی اور عربی دواوین کے علاوہ دلائل النظام، التکمیل فی اصول التاویل، اسالیب القرآن فی ملکوت اللہ اور القاعد الی عیون العقائد شامل ہیں۔

اکتوبر ۱۹۹۱ء میں مدرسۃ الاصلاح کی سرزمین پر منعقد ہونے والا فراہی سیمینار، فکرِ فراہی کی توسیع و اشاعت اور دائرہ حمیدیہ کو فعال و متحرک بنانے کے سلسلہ میں سنگِ میل کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اس سیمینار کے موقع پر شرکاء کا استقبال کرتے ہوئے زبان پر یہ دعا جاری ہوئی تھی: یہ

تقریب سعید۔۔۔۔۔ ایک سنگِ میل کی حیثیت اختیار کر جائے اور اس سے ایک ایسی تحریک کی داغ بیل پڑ جائے، جس کے ذریعہ ان کاموں کی تکمیل کے لئے ضروری سازوسامان فراہم ہونے کی سبیل پیدا ہو جائے، جو ابھی نامکمل ہیں۔ اور ان خوابوں کے پورے ہونے کی صورت نکل آئے، جو ہنوز تشنہ تعبیر ہیں۔ آمین!" یہ دعا شاید زبان پر جاری ہی اسی لئے ہوئی تھی کہ کارکنان قضاوقدر کے فیصلوں کے مطابق اب وقت آگیا تھا کہ کتاب اللہ کے اس خادم کے افکار و نظریات کی صحیح قدروقیمت مقرر کی جائے، ان کی توسیع واشاعت کی صورتیں پیدا ہوں اور ایک عالم ان سے مستفید اور ان کے وسیلے سے قرآن فہمی کی لازوال نعمت سے بہرہ ور ہو۔ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا۔

فراہی سیمینار کی تیاریوں کے سلسلہ میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا تھا کہ سیمینار کے انعقاد سے پہلے ان کی کچھ بنیادی کتابوں کو شائع کرنے کا بندوبست کیا جائے۔ اس کی ضرورت خاص طور سے اس لئے بھی محسوس کی گئی کہ اس وقت مولانا کی بیشتر کتابیں النادر کالمعدوم کے حکم میں داخل ہو چکی تھیں اور ان کی فراہمی جوئے شیر لانے کے مترادف بن چکی تھی۔ چنانچہ جو لوگ ان کے افکار و خیالات کے بارے میں واقفیت حاصل کرنا چاہتے تھے بنیادی مراجع ان کی دسترس میں نہیں تھے۔ اس صورت حال کی کسی حد تک تلافی کے لئے مولانا کی تصنیفات کے دو اہم مجموعے تفسیر نظام القرآن اور رسائل الامام عبدالحمید الفراہی فی علوم القرآن (المجموعۃ الاولی) بڑے اہتمام سے شائع کئے گئے۔ تفسیر نظام القرآن مولانا فراہی کے عربی تفسیری اجزاء کے اردو ترجمہ مجموعہ تفاسیر فراہی کا نظرثانی شدہ ایڈیشن ہے اور رسائل مولانا کی تین اہم کتابوں، دلائل النظام، اسالیب القرآن اور التکمیل فی اصول التاویل کا مجموعہ ہے۔

اس سیمینار کے نتیجہ میں مولانا فراہی کی شخصیت اور ان کے افکار سے واقفیت حاصل کرنے کے رجحان میں قابلِ لحاظ اضافہ ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک بڑا خوش آئند پہلو یہ ہے کہ حاملینِ فکر فراہی کے اندر بھی اس عظیم علمی اور دینی ورثہ کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس بڑھا ہے۔ اس کا کسی قدر اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سیمینار کے بعد دائرہ حمیدیہ نے جو کام کئے ہیں ان میں سیمینار میں پیش کئے جانے والے مقالات کا ایک وقیع اور خوب صورت مجموعہ علامہ حمیدالدین فراہی ۔۔ حیات وافکار، الرای الصحیح فی من ہو الذبیح اور امعان فی اقسام القرآن

کے محقق ایڈیشن، نظم قرآن، رسالہ فی اصلاح الناس، رسالہ آخرت، رسالہ توحید، رسالہ نبوت، حکمت قرآن اور تفسیر نظام القرآن کا دوسرا ایڈیشن شامل ہے۔ دائرہ حمیدیہ کی نشاۃ ثانیہ کے روح درواں حفید فراہی پروفیسر عبید اللہ فراہی، صدر شعبہ عربی لکھنؤ یونیورسٹی ہیں اور اس اہم کام میں ان کو ڈاکٹر محمد اجمل اصلاحی، مرکز البحوث والدراسات الاسلامیہ، ریاض، کا مکمل علمی تعاون حاصل ہے۔ یہ دونوں صاحبان جس لگن اور بے نفسی سے یہ کام کر رہے ہیں کم سے کم اس کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ قابلِ تقلید اور لائق ستائش ہے۔

گذشتہ دنوں (۱۹ جون ۱۹۹۶ء) مولانا بدرالدین صاحب اصلاحی کے انتقال کے بعد دائرہ حمیدیہ کی تشکیل جدید کے موقع پر بجا طور پر پروفیسر فراہی کو اس کا ناظم اور دائرہ کے مدت العمر کے ناظم مولانا عبدالرحمٰن ناصر اصلاحی جامعی کو صدر مقرر کیا گیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اب ایک نئے ولولے، عزم اور نشاط کار کے ساتھ نئی انتظامیہ اپنی منزل کی طرف سرگرم سفر ہوگی اور اس ادھورے کام کی تکمیل کے لئے ضروری سازوسامان کی فراہمی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے گی۔ مولانا فراہی کے انتقال کو اب چھ دہے پورے ہونے جا رہے ہیں لیکن افسوس کی بات ہے کہ اتنی مدت گذر جانے کے بعد بھی ان کا علمی اور فکری ورثہ پوری طرح اہل علم و دانش کی دسترس میں نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک جامع منصوبہ کے تحت مولانا کی تمام مکمل اور غیر مکمل تحریروں کو شائع کرنے کا پروگرام بنایا جائے اور ان کی لکھی ہوئی سطر سطر کو شائع کر دیا جائے۔ علم و دانش کا یہ خزینہ ساری انسانیت کی میراث ہے اور بلا کسی رکاوٹ سب کو اس سے مستفید ہونے، اس کو جانچنے اور پرکھنے اور تنقید و تجزیہ کی کسوٹی پر کسنے کا حق حاصل ہونا چاہئے۔ اگر کسی فکر اور نظریہ کے اندر توانائی اور قوت ہوتی ہے اور اس کے مضمرات انسانیت کے لئے منفعت بخش اور مفید ہوتے ہیں تو ان مراحل سے گذرنے کے بعد وہ انسانیت کے اجتماعی شعور کا حصہ بن جاتا ہے اور دستبرد زمانہ کی دسترس سے باہر ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کے اندر جان نہیں ہوتی تو تاریخ اسے مسترد کر دیتی ہے اور ماضی کی بھول بھلیوں میں گم ہو جاتا ہے۔ مولانا فراہی کے فکر میں توانائی کے سوتے ابلتے ہیں کہ وہ خالق ارض و سما کے کلام سے مستفاد و مستنیر ہے اور اس کے فہم کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ یہ ایک زندہ فکر ہے اور دولتِ جاوید تک رسائی کی کلید فراہم کرتا ہے۔ مستقبل کے بیشمار

امکانات اس کے اندر پوشیدہ ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ اس چشمہ حیواں تک پہونچنے کی راہ ہموار ہو جائے اور اس آب زلال تک خستگان راہ طلب اور تشنگان علم و دانش کی رسائی کی سبیل پیدا ہو جائے۔ یہ بنیادی کام دائرہ حمیدیہ کو کرنا ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ دائرہ حمیدیہ اپنے اس نئے قالب میں اپنی اس بنیادی ذمہ داری سے بطریق احسن عہدہ برآ ہوگا۔ دنیائے علم اس کے لئے ان کی شکرگذار ہوگی۔

۲۸ دسمبر ۱۹۹۶ء

ثلث جلی